ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE: 2789-8784

ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com

ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6,Issue No.3 (2024)
(July to September)

پریم چند کے ابتدائی افسانوں میں حب الوطنی کے عناصر

Element of Patriotism in the Eearly Fication of Prem Chand

محمد اسماعیل

پی ای۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو زبان وادب، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا

ڈاکٹر محمد یار

پروفیسر، شعبہ اُردو زبان وادب، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا

Muhammad Ismaeel

Ph.D Scholar, Department of Urdu Language and Literature,
Sargodha University, Sargodha.
Ismaeel345@gmail.com

Dr. Muhammad Yar

Professor, Department of Urdu Language and Literature, Sargodha University, Sargodha.
muhammad.yar@uos.edu.pk

Abstract:

Urdu fiction is rich in the sentiments of patriotism and national unity from the very beginning. In the latter half of the 19th century and the early 20th century, the freedom movement was characterized by a spirit of patriotism, which attracted people from all walks of life. In Urdu fiction, the movement of national awareness and freedom struggle was strengthened by patriotism. Premchand was the founder, pioneer of Urdu fiction writing and a fiction writer full of patriotic spirit. He highlighted the spirit of patriotism in his fiction from the very beginning. His fictions clearly show that patriotic feelings and love for the motherland can be transformed into a constructive force.Premchand's fiction grew out of patriotism, and he remained imbued with patriotism till the end. This paper examines in detail the themes of patriotism in Premchand's early fiction.

Keywords: Premchand, Patriotism elements, Love for Motherland, Feelings,Urdu Fication, Premchand's early fiction.

"حب وطن" کے معنی ہیں وطن سے محبت اور عقیدت کا جذبہ۔ یہ جذبہ فطری طور پر انسان کے اندر میں موجود ہوتا ہے۔ جب انسان کا وجود عمل میں آیا تب اس کو جذباتی طور پر اپنے علاقے، وہاں کے انسانوں، جانوروں اور اپنی جائے پیدائش سے محبت کا احساس ہوا۔ انسان جہاں پیدا ہوتا ہے، نشوونما پاتا ہے، قدرتی طور پر اس ملک یا اس جگہ سے اسے ایک والہانہ اُنسیت و محبت ہونا ایک فطری امر ہے۔ وہ شہر یا بستی انسان کے خمیر میں اس طرح رچ بس جاتی ہے کہ اس شہر یا بستی کا ایک ایک کوچہ اور ایک ایک چیز ذہن میں پیوست رہتی ہے اور ذہن اس کو بھلا دینے سے قاصر رہتا ہے۔ اس کائنات میں شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو گا جسے اپنی مادرِ وطن سے

فطری مناسبت نہ ہو اور اسی محبت اور مناسبت کو ہم "حب وطن" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ مولوی عبدالحق "حب وطن" کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

> "تاریخ کی یاد سے پہلے انسان پر ایک ایسا وقت بھی گزرا تھا جب کسی قسم کی تفریق نہ تھی اور نہ انسان مختلف قبائل میں تقسیم ہوا تھا۔ انسانی تہذیب و تمدن کے مورخین کا بیان ہے کہ قومیت کا ہلکا سا تصور ذہن انسانی میں اس وقت پیدا ہوا جب اس نے سکونت پذیری اختیار کی۔ رفتہ رفتہ جائے اقامت کی اس چند گز زمین سے محبت اور اس کے در و دیوار سے محبت کے جذبات پیدا ہونے لگے۔ رفتہ رفتہ کرب و جوار کے شجر و حجر، چرند و پرند اور ہمسائیوں سے شفقت اور تعلق قائم ہوتا گیا جس نے آہستہ آہستہ اجتماعیت کا تصور پیدا کیا۔"(۱)

مندرجہ بالا اقتباس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان جب اقامت پذیر ہوا اور دھیرے دھیرے اسے اپنی اقامت گاہ سے اس کے در و دیوار سے محبت ہوئی تب ہی سے ہلکا سا تصور "حب وطن" کا انسان کی فکر میں نمودار ہوا اور پھر دھیرے دھیرے یہ تصور نمو پاتا رہا اور انسان کو اپنے قرب و جوار سے، اپنے ملک سے، اپنے ملک کے رسم و رواج سے، وہاں کے میلوں اور تہواروں سے عقیدت اور محبت کا جذبہ بڑھتا گیا۔ یہی تصور ہمارے ادیبوں کے یہاں بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ادبی تخلیقات میں جذبات کی ترجمانی میں جذبۂ حب وطن ایک اہم جذبہ ہے۔ حب وطن کے جذبات سے ادب میں قومی یکجہتی اور وطنیت کا جذبہ پیدا ہوا اور اس طرح قومی ادب کے لیے راہ ہموار ہوئی۔ بقول گوپی چند نارنگ:

> "وطنیت کے ان جذبات کا جوہر ان کے خلوص اور ان کی سادگی و اصلیت میں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ جذبات انفرادی نوعیت کے ہیں۔۔۔۔ لیکن اس کے باوجود یہ اتنے محدود بھی نہیں کہ انہیں بعض نجی یا ذاتی کہہ کر رد کر دیا جائے۔ ان میں ملک یا قوم کا تصور نہ سہی لیکن ایک حد تک یہ اپنے معاشرے اور اپنے سماج کا احاطہ ضرور کرتے ہیں"۔(۲)

وطن سے محبت کا یہ تصور ایک خاص دور اور مخصوص تہذیب کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے کیونکہ ابتدا میں وطن سے محبت کا جذبہ انفرادی نوعیت کا تھا، اس میں اجتماعیت نہیں تھی۔ ہر شخص اپنے اپنے نظریے کے مطابق اپنے وطن سے محبت کے جذبات رکھتا تھا۔ کسی ایک نقطہ پر سب کا اتفاق نہیں تھا۔ اس لیے ابتدائی دور کی ادبی تخلیقات کے مطالعہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا ہی سے وطن سے محبت کا اظہار اپنے شہر، قبیلے، اس کی عمارتوں، گلی کوچوں، جانوروں، وطن کے باشندوں، رسوم و رواج اور تہذیب و تمدن سے محبت کی صورت میں نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر رام آسرا رازؔ وطنیت کے تصور کو یوں تحریر کرتے ہیں:

"۔۔۔۔۔ جیسے جیسے انسان خاندان اور قبیلے کی منزل سے آگے بڑھ کر سماجی زندگی سے آشنا ہوتا گیا، وہ اقتصادی مسائل، بقائے نسل اور اتحاد واشتراک کی ضرورت کو محسوس کر کے ایک جگہ بستی بسا کر رہنے لگا۔ رفتہ رفتہ اس کے دل میں اس بستی سے وابستگی اور وفاداری کے جذبات پیدا ہونے لگے۔ آغاز میں یہ جذبات قدرے محدود اور مقامی تھے، لیکن جوں جوں انسان کے اغراض ومقاصد میں وسعت پیدا ہوتی گئی۔ اس کے جذبات کی نوعیت بھی بدلتی گئی۔ ایک ہی علاقے کی مختلف بستیوں کے قبیلوں نے ضروریاتِ زندگی کے حصول کے لیے اجتماعی کوششوں کی اہمیت کو پہچانا اور باہم مل جل کر کام کرنے کی غرض سے فرد کو فرد اور گروہ کو گروہ سے قریب تر لانے کے مواقع فراہم کیے۔ اس طرح انسان کے معاشرے کو ایک نظم وضبط کے تحت لانے کی ضرورت محسوس کی۔ اس منزل پر پہنچ کر قبیلے کے افراد کی وفاداری محض بستی یا علاقے تک محدود نہ رہی بلکہ لوگوں کے دلوں میں وسیع تر وطن سے محبت کا جذبہ بھی پیدا ہونے لگا"۔(۳)

یہی وجہ ہے کہ ابتدا سے لے کر آج تک لوگوں کے دلوں میں حب وطن کا جذبہ مسلسل بڑھتا رہا، قبیلے اور بستی کے دائرہ سے نکل کر لوگوں کے دل میں پورے ملک اور وطن سے محبت کے جذبات بیدار ہونے لگے۔ ان ہی جذبات کو "حبِ وطن" کہتے ہیں۔ اردو افسانہ ابتدا ہی سے اپنے اندر مختلف موضوعات کو سمیٹتا رہا ہے۔ ان موضوعات میں حب الوطنی کو غیر معمولی حیثیت حاصل ہے۔ اس بات سے کسی کو اختلاف نہیں کہ سماج کی تعمیر و تشکیل میں حب وطن کا عمل ایک اہم جز ہے۔ قوموں اور ملکوں کی ترقی کے پس پشت حب الوطنی کا عمل دخل نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ آزمائش کے ہر مرحلے پر ہمارے ادیبوں نے اپنے فریضے کی ادائیگی میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ نو آبادیاتی عہد میں ہمارے افسانہ نگاروں نے وطن پرستی اور اتحاد و یکجہتی کا بے باکی سے پرچار کیا، جس کے باعث غیر ملکی حکمرانوں کے تسلط اور اُن کے ظلم و تشدد کے خلاف برسرپیکار ہونے کی ترغیب ملی۔

تحریک آزادی کو پروان چڑھانے والے افسانہ نگاروں میں پریم چند کی کہانیاں حصول آزادی کے لیے اہل وطن کی قومیت اور وطنیت کے شعور کو فروغ دینے، ان میں ذہنی انقلاب پیدا کرنے اور سیاسی تحریکوں کو تیز بنانے میں معاون ثابت ہوئیں۔ پریم چند کا عہد سیاسی، سماجی اور ادبی نقطہ نگاہ سے بڑی تبدیلیوں اور نشیب و فراز کا زمانہ ہے۔ اُس وقت ہندوستان میں انگریزوں کا تسلط مضبوط ہو چکا تھا لیکن ساتھ ہی ہندوستانیوں میں انگریزی تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لیے حب وطن کا شعور بھی بیدار ہو رہا تھا۔ پریم چند نے اس سیاسی و سماجی صورت حال کو افسانہ کے قالب میں یوں سمویا کہ ان کے افسانوں کو سامنے رکھ کر ہندوستان کی تاریخ کے خاص ادوار کی عصری تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے۔ مولانا عبد الماجد دریا آبادی پریم چند کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

"ہندوستان میں تحریک وطنیت کی تاریخ مورخ کا قلم جب بھی لکھے گا تو اس تاریخ کو سمجھنے کے لیے جہاں گاندھی جی، موتی لال نہرو، جواہر لال نہرو، محمد علی انصاری اور ابو کلام آزاد کی تقریریں اور تحریریں پڑھنی لازمی ہوں گی، وہاں پریم چند کے افسانے بھی ناگزیر ہوں گے"۔(۴)

پریم چند نے سماج اور انسانی زندگی کا مشاہدہ بہت قریب سے کیا اور سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل کے حقیقی پہلوؤں پر بڑی عمیق نگاہ ڈالی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پریم چند زندگی اور سماج کی خارجی روداد ہی بیان نہیں کرتے بلکہ وہ معاشرے کے پوشیدہ مسائل کی عکاسی بھی بڑے فنکارانہ انداز میں کرتے ہیں۔ پریم چند کی انگلیاں ہمیشہ سماج کی نبض پر رہی ہیں۔ افسانے کی صورت میں انہوں نے وہی پیش کیا جو ان کے دل نے محسوس کیا اور ان کی چشم فکر نے مشاہدہ کیا۔ پریم چند کی اکثر کہانیوں میں اپنے عہد کی سیاسی تاریخ کی گونج سنائی دیتی ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر مرزا حامد بیگ لکھتے ہیں:

> "پریم چند کے افسانوں میں سیاسی دور تک آتے آتے تحریک عدم تعاون، تحریک خلافت، کسان مزدور تحریک، ستیا گرہ اور سول نافرمانی کی تحریکیں اپنے عروج تک پہنچتی ہیں اور افسانے میں بقول آل احمد سرور پریم چند جھنڈا یا نشان بن گیا۔ اس نے ہماری خلوتوں اور پناہ گاہوں میں گھس کر ہمارے دلوں پر کچوکے لگائے اور اس نے انگریز اور سرمایہ دار سے دو طرفی جنگ لڑی۔ یہ افسانے ہندوستان کی فکری تحریکوں کے نقیب ہیں۔۔۔۔۔ فریم چند کا یہ حوالہ انتہائی محترم ہے اور جب تاریخ کا مطالعہ کیا جائے گا تو سیاسی تحریکوں اور سیاسی رہنماؤں کی پالیسیوں کے ساتھ پریم چند کے افسانوں کا مطالعہ بھی نہ گزیر ہو گا۔"(۵)

پریم چند ان کے افسانوں کا آغاز "سوز وطن" سے ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ افسانوی مجموعہ "سوز وطن" کے تمام افسانوں میں جذبہ حب وطن کی بہترین عکاسی کی گئی ہے، جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں ہندوستان پر انگریزوں تسلط غالب نظر آتا ہے۔ "سوز وطن" کی کہانیوں میں بنیادی نقطہ حب وطن ہے۔ اس لیے اس مجموعے میں حب الوطنی اور قومی یکجہتی کی شدت واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے۔ "سوز وطن" میں شامل افسانوں سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ پریم چند شروع سے ہی محب وطن تھے۔ سوز وطن کی کہانیوں میں حب الوطنی کا جوش انگڑائیاں لیتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس حوالے سے مدن گوپال کچھ اس طرح رقم طراز ہیں:

> "یہ کہانی اردو ادب میں ایک نئی صنف کا آغاز تھی جو آگے چل کر نہایت مقبول ہوئی۔ مختصر افسانے کی ابتدا انہی کہانیوں سے ہوئی۔ ابتدائی کہانیوں میں حب وطن کی جھلک بہت نمایاں ہے، کسی میں راجپوت بہادروں کی شان و شوکت کا تذکرہ ہے تو کسی میں ملک کی سیاسی غلامی کے اسباب کا تجزیہ کیا گیا ہے۔"(۶)

افسانہ "دنیا کا سب سے انمول رتن" میں ایک جذباتی نوجوان دلفگار کے عشق کی داستان کو پیش کیا گیا ہے۔ دلفگار کی محبوبہ اس شخص سے محبت کرنا چاہتی ہے جو لافانی دنیا کی سب سے بیش قیمتی چیز لا کر اسے پیش کرے۔ دلفگار اپنی محبت کی خاطر بحر و بر اور کوہ و دمن مارا مارا پھرتا ہے۔ بالآخر حضرت خضر کی نشاندہی پر وہ ایک ایسے میدان میں جا پہنچتا ہے، جہاں ہزاروں مردہ اور نیم مردہ سپاہی نظر آتے ہیں۔ اسی میدان میں ایک نوجوان کے زخموں سے خون کی فواریں جاری تھی کہ جو آخری سانسیں لے رہا تھا۔ اس کے جسم سے جب آخری قطرہ خون ٹپک رہا ٹپکتا ہے تو دلفگار اسے سمیٹ کر اپنی محبوبہ دل فریب کے دربار میں پیش کیا۔ اس کو دیکھ کر ملکہ دل فریب مسرت سے پر جوش ہو جاتی ہے اور اس قطرہ خون کو قبول کرتی ہے جو سپاہی کے سینے سے ملک و قوم کی آزادی کی خاطر نکلا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ ایک صندوقچہ نکالتی ہے جس میں موجود ایک لوح پر درج ہوتا ہے:

"وہ قطرہ خون جو وطن کی حفاظت میں گرے دنیا کی سب سے بیش قیمت شے ہے۔"(۷)

اس افسانے میں پریم چند کی مثالیت پسند حقیقت نگاری رومانی حقیقت نگاری کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔انھوں نے اپنے کرداروں کی نفسیات کے ذریعے زندگی کے بنیادی راز وتک پہنچنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ اپنے زمانے کے ہندوستانیوں کے ذہنی انتشار سے باخوبی واقف تھے اور اسے وہ کسی بھی طرح سے سامنے لانا چاہتے تھے۔دنیا کا سب سے انمول رتن افسانے کے مرکزی کردار دلفگار کے ذریعے پریم چند نے وطن پرستی کا جو اظہار کیا ہے وہ دراصل ان کے اپنے ضمیر کی آواز ہے۔شمس الحق عثمانی اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> "مصنف کا انداز تحریر یہ سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے قاری پر یہ بات واضح کرنا چاہتا ہے کہ ۱۹۰۸ء کے زمانے میں مذکورہ بالا روایتی بیش بہا اشیاء اپنی قدر و قیمت کھو چکی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ مصنف کی نیت یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس زمانے کے عام ذہن کی غیر واضح فکر کو اجاگر کرنا چاہتا ہے۔۔۔۔کہانی کار ۱۹۰۸ء میں افراد کے سنجیدہ رویوں اور مذہبی رسوم کی پابندی کو اس درجہ اہم اور قابل عزت تسلیم نہیں کرنا چاہتا جتنا کہ حصول آزادی اور تحفظ وطن کو۔۔۔۔گویا پریم چند ملکہ دلفریب کو ایسے کردار کی شکل میں سامنے لاتے ہیں جو اس راز کو جانتا ہے جس سے عام لوگ واقف نہیں ہیں۔"(۸)

"سوز وطن" کے اس افسانے "دنیا کا سب سے انمول رتن" میں یہ اُجاگر کیا گیا ہے کہ دنیا کا سب سے انمول رتن وہ آخری قطرہ خون ہی ہے جو ایک نوجوان کے جسم سے ملک و قوم کی حفاظت میں نکلے۔بظاہر اس افسانے کی کہانی تخیلی معلوم ہوتی ہے۔لیکن اس کا موضوع وطنیت کے جذبات سے بھرا ہوا ہے۔اور ان کی نقطہ نگاہ وطن کی محبت کی شدت کو دکھاتی ہے۔"سوز وطن" کا دوسرا افسانہ "شیخ مخمور" ہے۔یہ افسانہ ماضی اور حال کے تناظر میں تین قوتوں پر مشتمل ہے۔اس افسانے میں جذبہ آزادی کا اظہار اور ہندوستان میں سیاسی جبر کو استعاراتی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔گویا پریم چند نے اس کہانی میں بھی حب الوطنی کے موضوع کو اپنا مرکزی خیال بنایا ہے۔شاہ بامراد اپنے دشمنوں سے شکست کھا کر بھی زندگی بھر اپنے وطن کی ناموس کو برقرار رکھنے کے لیے اور اسے غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرانے کے لیے بے قرار رہتا ہے۔وہ اپنے بیٹے کی تربیت ایسے انداز میں کرتا ہے کہ وہ اس چھنی ہوئی سلطنت کو آزاد کروا سکے۔شاہ بامراد اپنے بیٹے مسعود سے یہ وصیت کرتا ہے کہ:

> "یہ ملک تمہارا ہے، یہ تاج تمہارا ہے، اور یہ رعایا تمہاری ہے۔تم انہیں اپنے قبضے میں لانے کی مرتے دم تک کوشش کرتے رہنا اور اگر تمہاری کوشش ناکام ہو جائے۔۔۔۔تو یہی وصیت تم اپنے فرزند سے کرنا اور یہ تاج جو اُس کی امانت ہوگی اُس کے سپرد کرنا۔"(۹)

مندرجہ بالا اقتباس دراصل ہندوستان کے لوگوں کے لیے ایک پیغام تھا کہ وہ اپنے ملک کو آزاد کرانے کے لیے جدوجہد سے باز نہ آئیں بلکہ جیسے جدوجہد کو جاری رکھیں اور اگر وہ اس جدوجہد میں ناکام رہے تو اپنی اولادوں کو جدوجہد کا درس دیں، اور ان سے یہ

کہیں کہ وہ اپنے وطن کی آزادی کے لیے ہمیشہ کوشاں رہیں۔ پریم چند نے اس افسانے کو محض ایک علامت کے طور پر استعمال نہیں کیا بلکہ اس کے ذریعے اپنے دلی جذبات کی خوبصورت عکاسی بھی کی ہے۔ اس کہانی میں مسعود ایک جگہ کہتا ہے:

"ہم نے یہ جنگ توسیعِ سلطنت کے کمینے ادارے سے نہیں چھیڑی۔ تم حق اور انصاف کی لڑائی لڑ رہے ہو، کیا تمہارا جوش اتنی جلدی ٹھنڈا ہو گیا؟۔۔۔۔۔۔۔ انصاف اور حق کی فتح ضرور ہو گی۔ ہاتھوں میں تیغ مضبوط پکڑو اور نام خدا لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑو،۔۔۔۔۔ میدان تمہارا ہے۔"(۱۰)

اس افسانے میں پریم چند ہندوستانیوں کو واضح الفاظ میں عمل کا درس دیتے ہوئے ان سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ بھی حصار سے باز آئیں اور آزادی کی آگ کو ٹھنڈا نہ ہونے دیں بلکہ میدان میں جا کر دست بدست دشمنوں سے مقابلہ کریں۔ پریم چند نے اس افسانے میں جس طرح غیر ملکی اقتدار کے خلاف احتجاج کا اظہار کیا ہے وہ ان کے مضبوط جذبہ حب الوطنی کی نشاندہی کرتا ہے۔ "سوز وطن" کا تیسرا افسانہ "یہی میرا وطن ہے" کے نام سے ہے۔ "یہی میرا وطن ہے" وطن سے شدید محبت اور جنم بھومی سے اٹوٹ رشتے کے تصور کو پیش کرتا ہے۔ کہانی کا مرکزی کردار ہندوستانی باشندہ امریکہ میں مقیم ہے جو اپنی آخری عمر میں اپنے وطن واپس آیا ہے، کیونکہ اس کے دل میں یہی آرزو ہوتی ہے کہ اس کی زندگی کا خاتمہ اپنے پیارے ہندوستان میں ہو لیکن اپنے وطن واپس پہنچ کر اس کے خواب چور چور ہو جاتے ہیں۔ وہ ہر طرف مغربی تہذیب کے نمایاں اثرات دیکھتا ہے جس نے برسوں ہندوستان کو اپنا غلام بنایا ہوا ہے۔ اس لیے وہ اپنے ہی وطن میں یہی محسوس کرتا ہے کہ یہ اس کا وطن نہیں ہے، جس کا اعلان وہ چیخ چیخ کر کرتا ہے:

"یہ میرا دیس نہیں۔ یہ دیس دیکھنے کے لیے میں اتنی دور سے نہیں آیا۔ یہ کوئی اور دیس ہے۔ میرا پیارا دیس نہیں۔"(۱۱)

آخر کار وہ یہاں کی تمام تبدیلیوں کو رد کرتا ہوا گنگا کے کنارے ایک چھوٹی سی جھونپڑی بنا کر اس خیال میں مگن ہو جاتا ہے کہ اس کی راکھ گنگا کے سپرد ہو۔ "یہی میرا وطن ہے" میں نہ صرف جذبے اور احساس کی بھرپور توانائی ملتی ہے بلکہ حب الوطنی سے مامور ایک مشترک زیریں لہر کا سراغ بھی ملتا ہے۔ الغرض یہ کہانی بھی حب وطن اور قومی یکجہتی سے بھرپور ہے۔ اس افسانے میں وطن کی محبت کو دکھانے کی کوشش کامیاب کوشش کی گئی ہے اور انگریز حکومت کی وجہ سے جو اثرات ہندوستانی عوام کی زندگیوں پر پڑے ان سے نفرت کا اظہار بھی اس افسانے میں ملتا ہے۔ "سوز وطن میں شامل آخری افسانہ "عشق دنیا اور حب وطن" اسی ذہنی تبدیلی کی علامت ہے جس میں اٹلی کے نامور وطن پرست میزینی کی وطن کے لیے جدوجہد اور جلاوطنی کے کرب کو بیان کیا گیا ہے۔ پریم چند چونکہ میزینی کی حب الوطنی سے بہت پہلے ہی متاثر تھے۔ چنانچہ میزینی کی بہادرانہ اور رومانی زندگی پر اظہار خیال کرتے ہوئے پریم چند نے لکھا ہے کہ:

"سچ ہے وطن کی سیوا آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لیے اونچا حوصلہ، فولاد کی مضبوطی، دن رات مرنے کی عادات اور ہر وقت جان ہتھیلی پر لیے رہنے کی ضرورت ہے۔ جب تک یہ خصوصیات اپنے کردار میں نہ سما جائیں، وطن کی خدمت کا برت زبانی ڈھکوسلا ہے۔"(۱۲)

پریم چند نے اس افسانے میں میزینی کو سچے محب وطن کے طور پر پیش کیا ہے جس نے رشتوں سے زیادہ وطن کو اہمیت دی۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی محبت کو بھی وطن کی خاطر قربان کر دیا۔ میزینی نے اپنی آخری سانس تک سرفروشی اور جانبازی کا جذبہ پیش کر کے وطن پرستی کا درس نہایت خوبصورتی سے دیا ہے۔ اس طرح اس افسانے میں حب الوطنی اور آزادی کی تڑپ میگڈولن کی محبت پر غالب آجاتی ہے۔ میگڈولن کا بے پناہ حسن اور اس کا والہانہ عشق اسے زندگی بھر پکارتا رہتا ہے، لیکن وہ اس کی پرواہ کیے بغیر عشق وطن کی آگ میں جلتا رہتا ہے۔ پریم چند افسانہ "عشق دنیا اور حب وطن" میں میزینی کی زندگی کی داستان کے پس پردہ بھی دراصل پریم چند کا مقصد وطن کے لیے محبت کو دکھانا تھا تاکہ اہل ہند بھی اس طرح کی کہانیوں سے کچھ سیکھ کر حب وطن کا درس حاصل کریں۔ پریم چند نے اس افسانے میں اس چیز کی نمایاں عکاسی کی ہے کہ کس طرح میزینی نے اپنی تمام خوشیوں کو وطن کی خاطر قربان کیا اور اس کے بدلے ظلم وستم برداشت کیے اور اپنی زندگی کے آخری دم تک اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ اس طرح پریم چند نے اس کہانی سے اہل وطن کے دلوں کو وطن کی محبت کے احساس سے بیدار کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ وقار عظیم اس افسانے کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

> "پوری کہانی کم از کم مصنف کے اس جذباتی رجحان کی حامل اور ترجمان ضرور ہے کہ اسے جس کسی کی زندگی میں اپنے وطن اور قوم کی محبت اور وطن اور قوم کے لیے جذبہ ایثار کی جھلک دکھائی دیتی ہے وہ اس کے قدموں پر سر جھکا دیتا ہے۔ اس کی پرستش کو اپنا ایمان بنا لیتا ہے اور اسے اپنے من مندر میں بٹھا کر اس کی یاد کو غیر فانی بنا دینا چاہتا ہے۔"(۱۳)

افسانوی مجموعہ "سوز وطن" کے تمام افسانوں میں حب وطن کا ایک ایسا پُرخلوص اور سچا جذبہ نظر آتا ہے جس سے قارئین کے دلوں میں وطن سے محبت اور حصول آزادی کا جذبہ اُبھرتا ہے۔ "سوز وطن" کے دیباچے میں جذبہ حب وطن کی وضاحت سے یہ معلوم ہوتا ہے پریم چند نے شعوری طور پر یہ کہانیاں لکھی ہیں تاکہ ان کے مطالعے سے نئی نسل کے قارئین کے دلوں میں حب وطن کا احساس پیدا ہو۔ پریم چند نے اپنی کہانیوں میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ملکی سیاست میں روایتی وطن پرستی کے لیے اب کوئی گنجائش نہیں بلکہ قومیت اور وطنیت کا سچا جذبہ وہی ہے جو عملی طور پر کچھ کر کے دکھایا جائے۔

"سوز وطن" کی کہانیوں میں پریم چند نے حب وطن کو اس طرح اُجاگر کیا ہے کہ پورے پر صغیر میں انگریزوں کے خلاف شدید نفرت پیدا ہو گئی، اور ہندوستان میں ہر جگہ ہڑتالیں اور جلسے جلوس نکلنے لگے۔ پریم چند کے افسانوی مجموعہ "سوز وطن" میں جذبہ حب وطن کی شدت کو دیکھ کر انگریز حکومت نے اس مجموعے کو ضبط کر لیا، لیکن اس کے باوجود بھی پریم چند کا جذبہ حب الوطنی کبھی بھی ان کے لاشعور میں نہ گیا بلکہ بعد ازاں ان کے افسانوں میں یہ جذبہ روز بروز بڑھتا ہی گیا۔

حوالہ جات

۱۔ عبد الحق، اقبال کے ابتدائی افکار، جمال پرنٹنگ پریس، دہلی، ۱۹۶۹ء، ص:۱۶۶

۲۔ گوپی چند نارنگ، ہندوستان کی تحریک آزادی اور اردو شاعری، ناگری پرنٹرس، دہلی، ۲۰۰۳ء، ص:۲۵۱

۳۔ اُردو شاعری میں قومی یکجہتی کی روایت، رام آسرا رازؔ، جمال پرنٹنگ پریس، دہلی، ۱۹۷۷ء، ص:۱۸

۴۔ منشی دیانرائن، نگم، ماہنامہ زمانہ، کانپور، پریم چند نمبر، ۱۹۳۸ء، ص :۱۳۳

۵۔ مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر، اردو افسانے کی روایت، اکادمی ادویات، اسلام آباد،، ۱۹۹۱ء، ص:۱۳۷

۶۔ مدن گوپال، قلم کا مزدور: پریم چند، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی، ۱۹۶۶ء، ص:۳۳

۷۔ پریم چند، دنیا کا سب سے انمول رتن، مشمولہ سوز وطن، از پریم چند، زمانہ پریس، کانپور، ۱۹۰۸ء، ص:۲۲

۸۔ رسالہ، آج کل، (مدیر) شہباز حسین، اگست ۱۹۸۰ء، ص:۲۱ تا ۲۲

۹۔ پریم چند، سوز وطن، الہ آباد، تہذیب نو پبلیکیشنز ۱۹۸۰ء، ص:۳۶

۱۰۔ صغیر افراہیم، اردو افسانہ ترقی پسند تحریک سے قبل، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۲۰۰۹ء، ص:۴۰

۱۱۔ پریم چاند، یہی میرا وطن ہے، مشمولہ کلیات پریم چند، نئی دہلی، قومی کونسل، ۲۰۰۰، ص:۳۵

۱۲۔ امرت رائے، پریم چند: قلم کا سپاہی، دہلی، ساہتیہ اکادمی، ۱۹۹۲ء، ص:۹۳

۱۳۔ وقار عظیم، داستان سے افسانہ تک، دہلی، پرویز بک ڈپو، ۱۹۷۲ء، ص:۳۱۹

References in Roman Script:

1. Abdul Haq, Iqbal Ka Ibtadai Afkar, Jamal Printing Press, Delhi, 1969, p:166
2. Gopichand Narang, Hindutan Ki Tehrika Azadi and Urdu Shairy, Nagri Printers, Delhi, 2003, p:251
3. Urdu Shairy Me Qumi Yakjehti ki Riwayat, Ram Asra Raz, Jamal Printing Press, Delhi, 1977, p:18
4. Munshi Daya Narayan, Nigam, Mahnama Zumana, Kanpur, Premchand Number,1938 ,p:133
5. Mirza Hamid Baig, Dr., Urdu Afsana ki Riwayat, Akadmi Adbiyat, Islamabad, 1991 p:137
6. Madan Gopal, Qlam ka Mzdoor:Prem Chand, Maktaba Jamia Ltd.,Delhi, 1966, p:33
7. PremChand,Soz-e-watan,Tehziba Nu Publications, Allahabad,1980,p:19
8. Shahbaz Hussain(Editer),Aaj Kal,Publication Division,Delhi, august 1980, p:21-22
9. PremChand,Soz-e-watan,Tehziba Nu Publications, Allahabad,1980,p:36
10. Saghir Efrahim,Urdu Afsana Terki Pasand Tehrik sa Pehla, Aligarh, Educational Book House, 2009, p:40
11. Prem Chand,Yehi Mera wattan ha,Kuliat Prem Chand, New Delhi,qumi Consil, 2000, p:35
12. Amrit Roy, Premchand:qulam ka spahi, Delhi, Sahitya Akademi, 1992, p:93
13. Waqar Azim,Dastan sa Afsana Tak,Delhi, Parvez Book Depo, Delhi,1972, p:319